میانوالی تاریخ کے آئینے میں

میاں علی سرکارؒ اور میانوالی

ڈیرہ اسماعیل خاں پنجاب کا شہر تھا

میانہ قوم کے بزرگ حضرت میاں علی سرکارؒ کے نام سے موسوم میانوالی (میاں آلی) اپنے وقتوں کا ایک تاریخی شہر گردانا جاتا ہے۔ سرائیکی وسیب کے اس خطے میں انسانی آبادکاری کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ ماضی میں یہاں چار بڑی قوموں کی آبادکاری ہوئی تھی، جیسے شمال مشرق سے اعوان، جنوب سے جٹ اور بلوچ جبکہ شمال مغرب سے پختون قبائل یہاں آ کر آباد ہوئے تھے ۔اعوان قوم کوہ نمک کے علاقے خدری، پکھر وغیرہ میں ساتویں صدی عیسوی میں عرب حملہ آوروں کے دور میں یہاں آئی تھی ۔اگرچہ اعوان قوم عربی النسل ہونے کا دعوی کرتی ہے لیکن تاریخی حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو راجپوتوں پر مشتمل یہ جوانمرد لوگ دریائے سندھ کے مشرقی کنارے سے ہجرت کر کے یہاں آ کر بس گئے تھے، جسکی واضح مثال پکھر میں نمل کی پہاڑی پر راجپوت راجہ سرکپ کے قلعے کے کھنڈرات ہیں۔ تاریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ ماضی میں یہ خطہ ڈیرہ اسماعیل خان کی طرح ہندو اکثریتی علاقہ ہونے کے باعث راجہ جے پال کی سلطنت کا حصہ تھا ،میانوالی کے قریب ماکیخیل کے مقام پر راجہ تل کا قلعہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ محمود غزنوی نے جب راجہ جے پال کی سلطنت کا خاتمہ کیا تو بلوٹ اور تلوٹ کے قلعوں کو مسمار کرنے کے بعد بنوں سمیت ڈیرہ اسماعیل خان اور میانوالی میں صدیوں سے آباد ہندو آبادی کو بڑے پیمانے پر دریائے سندھ کی دوسری جانب دھکیل دیا گیا، ان لوگوں کے ذہنوں میں غزنوی فوج کا اتنا خوف تھا کہ ان میں سے بیشتر لوگ اپنا وطن چھوڑ کر یورپ کا رخ کر چلے۔ غزنوی حملے کے بعد یہاں آبادکاری کا عمل کافی سست رہا اور بیشتر علاقہ سنسان رہا۔ پندرھویں صدی عیسوی سے کچھ قبل جٹوں کے مختلف قبائل (سیال، چھینیا ورکھوکھر ذات کے افراد) دریائے سندھ کے جنوبی حصوں ملتان اور بہاولپور سے ہجرت کر کے ڈیرہ اسماعیل خان اور میانولی کے زیریں حصے میں آباد ہونا شروع ہو گئے، ان جٹ قبائل کا زریعہ معاش بھیڑ، بکریاں چرانا تھا۔ جٹوں کے فورا بعد بلوچوں نے اس خطے میں قدم رکھا، بلوچ بھی جنوب کی طرف سے آئے لیکن جٹوں کے بر عکس بلوچ قبائل ایک منظّم اور خاصی بڑی تعداد میں کوہ سلیمان کے علاقوں میں آ کر آباد ہوئے۔ بلوچ قوم کا شمار ڈیرہ جات (ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازیخان، بھکر) کے حکمرانوں میں ہوتا ہے، جو دریا ئے سندھ کی دونوں جانب (میانوالی میں کچی سے لیکر دریا خان تک پھیل گئی)، بلوچ تھل اور میانوالی کے علاقے پپلاں میں بھی آباد ہوئے ، اگرچہ میانوالی میں وہ اتنی بڑی تعداد میں آباد نہ تھے جتنا کہ ڈیرہ میں تھے۔ میانوالی شہر کا نام یہاں کے ایک صوفی بزرگ میاں سلطان زکریاؒ کے والد حضرت میاں علی سرکارؒ کے نام سے منسوب ہے۔ تقریبا سولھویں صدی عیسوی کے قریب میانہ قوم کے اس بزرگ نے اس خطے میں اپنے بابرکت قدم رکھے اور یہاں کے لوگوں میں پیار و محبت اور انسانیت دوستی کا پرچار کیا، پھر انکے نام کی مناسبت سے اس شہر کو میاں علی اور پھر بعد میں میاں آلی (میاں والی) کہا جانے لگا۔ سرائیکی وسیب بشمول میانوالی میں پختون آبادکاری کی تاریخ: تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ محمود غزنوی کے حملوں سے قبل سوات، کوہاٹ، لکی مروت، بنوں، پشاور، عیسی خیل، میانوالی، ٹانک ،کلاچی اور دامان اکثریتی سرائیکی علاقے شمار ہوتے تھے، جہاں سرائیکی کے علاوہ ہندکو دوسری بڑی زبان تھی ۔محمود غزنوی کے حملے کے بعد ان علاقوں میں افغان آبادکاری کی ابتدا ہوئی، اور پھر ہر افغانی حملہ آور کے ہمراہ مختلف افغانی قبائل سرائیکی علاقوں میں پھیلتے چلے گئے ۔کوہ سلیمان سے ملحقہ سرائیکی علاقوں خصوصا ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، ٹانک، کلاچی اور میانوالی میں افغان آبادکاری کی تاریخ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ سبق آموز بھی ہے ۔مثلا حسین خان کلاچی (بلوچ) کے نام سے موسوم تحصیل کلاچی اور اسکے گردونواح میں ۱۳۰۰ سے قبل مختلف جٹ قبائل بلوچوں کے ہمراہ آباد چلے آ رہے تھے، جہاں بلوچی اور سرائیکی زبان عام تھی۔

کلاچی کے بلوچوں پر گنڈا پور قبیلے کے سردار براہ خان نے روڑی اور لونی کے گنڈہ پوروں کیساتھ ملکر دھاوا بول دیا۔ جہاں ایک طرف جنگجو گنڈہ پور تھے تو دوسری طرف غیور بلوچ تھے جنہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن کسی ایک فریق نے شکست کھانی تھی اور یہ شکست تل وطنی یعنی بلوچوں کے حصے میں آئی، نتیجتاً سینکڑوں بلوچ اپنی سرزمین کلاچی کے دفاع میں مٹی کا رزق ہوئے جبکہ باقی ماندہ زندہ بچ جانیوالوں کو جلا وطن کر دیا گیا اور یوں کلاچی سے ہجرت کرنے والے کلاچی ذات کے بلوچ دامان کے مختلف حصوں میں آباد ہوگئے۔ان میں سے کچھ پروآ اور اسکے مضافاتی علاقوں میں جنوب کی جانب موضع مکڑ پر بھی آباد ہوئے۔ اسی طرح ٹانک اور اسکے گرد ونواح کا سارا علاقہ خالصتا سرائیکی تھا، یہاں پر افغان آباد کاری کی شروعات نیازی قبیلے کی آمد سے ہوئی، نیازیوں نے یہاں کے مقامی سرائیکیوں کو بیدخل کر کے ٹانک کے گردونواح میں لکی مروت تک قبضہ کرلیا۔ نیازیوں کی آمد کے کچھ ہی عرصہ بعد لوہانی قبائل نے بھی ٹانک کا رخ کیا۔لوہانی قبائل میں مروت، میانخیل، دولت خیل اور تتور شامل تھے، انہوں نے مل کر سرائیکی آبادی کو مار بھگایا اور یہاں پر قابض ہوگئے، پھر کچھ ہی عرصہ بعد دولت خیلوں نے اپنے ساتھ بسنے والے مروتوں اور میانخیلوں کو ٹانک سے نکال دیا۔مروت ٹانک سے بیدخل ہوتے ہی لکی مروت میں نیازیوں پر چڑھ دوڑے اور انہیں دریائے کرم کی دوسری طرف دھکیل کر لکی مروت پر قابض ہوگئے ۔ نیازی لکی مروت سے نکل کر جب دریا پار پہنچے تو یہ سارا علاقہ اس وقت سرائیکی جٹوں اور اعوانوں کا مسکن تھا ،چنانچہ نیازیوں نے اعوانوں کو وادی سون اور تھل کی طرف دھکیل دیا اور جٹوں کے علاقے پر قابض ہوکر انہیں اپنا غلام بنالیا۔دولت خیلوں کے ہاتھوں ٹانک سے بیدخل ہونے والے مروت قبیلے نے جہاں نیازیوں کو لکی مروت سے نکال باہر کیا وہیں ٹانک سے بیدخل کیا جانیوالا دوسرا قبیلہ یعنی میانخیل جنوب کی طرف چل نکلا اور انہوں نے جنوب میں آباد سروانی قوم کو پنجاب کی طرف دھکیل دیا۔آج سے کوئی پانچ سو سال قبل بنوں میں بھی جٹ قوم کی اکثریت تھی اور یہ سارا علاقہ سرائیکیوں کا گڑھ شمار ہوتا تھا۔اس وقت بنوچی قوم دو چھوٹے قبائل (منگل خیل اور ہانی خیل) میں منقسم ہوکر ادھر ادھر بھٹک رہی تھی ، وہ بنوں میں جٹوں کیساتھ آباد ہوگئی، بنوچیوں کے ساتھ تھوڑی تعداد میں خٹک بھی بنوں آئے مگر بعد میں خٹک قوم کے بیشتر افراد نے کرک اور عیسی خیل کو اپنا مسکن بنا لیا۔بنوں میں پختون آباد کاری کی ابتدا ہوتے ہی وہاں کی رہائشی جٹ قوم آہستہ آہستہ اپنے علاقوں سے محروم ہوکر ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئی، آج بنوں میں سرائیکیوں کا نام ونشان تک نہیں۔میانوالی نادرشاہ کے دور میں : نادرشاہ درانی کے ہندوستان پر تاریخی حملے سے قبل دریا پار کا سارا علاقہ (ڈیرہ جات) مغل سلطنت کے صوبہ ملتان کا حصہ تھا۔ان دنوں میانوالی کے آدھے سے زیادہ حصے پر گکھڑ قوم حکمران تھی ۔ نادرشاہ کی فوج جب بنوں پہنچی تو وہاں کے پختون قبائل نے اسکا شاندار استقبال کیا، پھر یہیں سے فوج کے دو حصے ہوئے ایک حصہ میانولی کیطرف جبکہ دوسرا درہ پیزو کو پار کر کے ڈیرہ اسماعیل پہنچ گیا، یوں دونوں اطراف سے نادرشاہی افواج دریائے سندھ کے کنارے پہنچ گئیں اور دریا پار کر کے لاہور کو تاراج کرتی ہوئی دہلی تک جا پہنچیں۔اس موقع پر عیاش مغل حکمران محمد شاہ رنگیلا نے اپنی جان بخشی کے عوض سندھ پار کا سارا علاقہ (میانوالی،ڈیرہ اسماعیل خان،ڈیرہ غازیخان)اور صوبہ سندھ کے کچھ علاقے نادرشاہ کے حوالے کردیئے۔نادرشاہ ان سارے علاقوں کو اپنی عملداری میں لینے کے بعد واپس افغانستان چلا گیا ، نادرشاہ کے قتل کے بعد کابل کے نئے حکمران احمد شاہ ابدالی کا دور شروع ہوا۔احمد شاہ ابدالی کا حملہ اور گکھڑ حکمرانوں کا میانوالی سے خروج: دریائے سندھ کے مغربی جانب کا علاقہ نادرشاہ درانی کے پاس چلے جانے کے بعد مغل حکمرانوں نے گکھڑ حکمرانوں کو دریا کے مشرقی علاقے سے منسلک میانوالی کے بچے کھچے حصے کی حکمرانی سونپی لیکن میں احمد شاہ ابدالی کی فوجوں نے کالا باغ کے مقام پر دریائے سندھ عبور کر کے گکھڑ حکمرانوں کے گڑھ معظم نگر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ابدالی فوجیں میانوالی کو روندتی ہوئی پنجاب کی طرف بڑھیں اور ایک طویل لڑائی کے بعد سارا پنجاب احمد شاہ کے قبضے میں چلا گیا، جو اگلے ساٹھ برسوں تک کابل حکمرانوں کے زیر تسلط رہا۔احمد شاہ ابدالی نے اپنے دور میں میانوالی سمیت ڈیرہ جات پر پھیلے وسیع وعریض علاقے پر کوئی باقاعدہ گورنر تعینات نہ کئے اور یوں سارا علاقہ ہوت بلوچوں اور جسکانی بلوچوں کے درمیان منقسم رہا۔المختصر میانوالی سمیت پورا سرائیکی وسیب مختلف ادوار میں مختلف حکمرانوں کے زیر نگین رہا۔ مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے پشتونوں کے ساتھ لڑائی کے دوران میانوالی کے ایک قصبے کا نام عیسی خیل رکھا اور اسکا تذکرہ تزکِ بابری میں بھی کیا۔مغلوں کے بعد یہ نادرشاہ درانی اور پھر ابدالیوں کے تسلط میں چلا گیا۔سکھوں نے اسے افغانیوں سے آزاد کروا کر دوبارہ پنجاب کا حصہ بنایا۔سکھوں کے بعد یہ برطانوی راج کی نگرانی میں چلا گیا۔

برطانوی حکومت نے جب ہندوستان کو انتظامی بنیادوں پر کئی صوبوں، ڈویژنوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا تو میانوالی اور عیسی خیل کو بھی تحصیل کا درجہ دیکر اسے بنوں کے تحت کر دیا گیا۔ یاد رہے بنوں اس وقت ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل تھی اور ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ پنجاب کا ایک اہم ڈویژن شمار ہوتا تھا۔ ۱۰۹۱ میں جب لارڈ کرزن نے صوبہ سرحد کے نام سے نیا صوبہ گھڑا تو جہاں ڈیرہ اور ٹانک کو پنجاب سے کاٹ کر سرحد میں ضم کر دیا گیا وہیں میانوالی کو ضلع بنا کر اسے عیسی خیل، کالا باغ اور کندیاں تحصیل سمیت ملتان ڈویژن کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان چونکہ صوبہ سرحد میں ضم کیا جا چکا تھا اسی لیے اسکی تحصیلیں بھکر اور لیہ کو اس سے جدا کر کے عیسی خیل تحصیل سے منسلک کر کے ضلع میانوالی کے ساتھ ملا دیا گیا۔ ۹۰۹۱ میں برطانوی حکومت نے سرائیکی وسیب میں مزید انتظامی اصلاحات کرتے ہوئے تحصیل لیہ کو میانوالی سے نکال کر مظفر گڑھ ڈسٹرکٹ میں شامل کر دیا۔

چودہ اگست ۷۴۹۱ کے دن آزادی کا سورج طلوع ہوتے ہی سرائیکی وسیب سے انسانی تاریخ کی سب سے بڑی نقل مکانی کا آغاز ہوا اور انگریزوں سے آزاد ہونے کے بعد یہ دھرتی انکے سفید فام غلاموں کی جھولی میں چلی گئی۔ قیام پاکستان کے بعد جہاں سرائیکیوں کے ساتھ بڑے پیمانے پر حق تلفیاں ہوئیں وہیں انہیں تھوڑا بہت انصاف بھی فراہم کیا گیا۔ مثلاً تحصیل میانوالی کو ضلع بنایا گیا جبکہ تحصیل بھکر کو ۲۸۹۱ میں ضلع کا درجہ ملا۔ ضلع بھکر اب ماشا اللہ ڈویژن بننے کی دوڑ میں شامل ہو چکا ہے، دعا ہے کہ اللہ پاک اسے مزید ترقی دے۔ موجودہ ضلع میانوالی پختون آبادکاری کے باوجود آج بھی اکثریتی سرائیکی علاقہ شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں کی مشہور و معروف نیازی قوم خالص سرائیکی بولتی ہے، حالانکہ آج سے کوئی ڈیڑھ سو سال قبل جب یہ قوم ٹانک سے نقل مکانی کر کے میانوالی میں آباد ہوئی تھی تو اس وقت انکی زبان پشتو تھی، لیکن سندھو کے امرت دھارے میں شامل ہو کر اب یہ قوم صرف سرائیکی بولتی ہے۔ اسکے علاوہ میانوالی شہر کے اندر شہباز خیل، موسی خیل، موچھ اور ساون قوم کے سرائیکی لوگ بھی آباد ہیں، یہاں ٹھیٹھ سرائیکی بولنے والی جٹ قوم کی بھی اکثریت ہے جو تھل اور کچے کے علاوہ واں بھچراں، کندیاں، سعید آباد، خانگاہ سراجیہ، کچا شاہنواز والا، کچا گجرات، ہرنولی، الو والی، جال، پپلاں، موسی خیل، شادیا وغیرہ میں بھی کافی تعداد میں آباد ہیں۔ میانوالی میں خٹک قوم کے افراد زیادہ تر عیسی خیل، بھنگی خیل، سلطان خیل اور مکڑ وال میں آباد ہیں، خٹک بنیادی طور پر پشتون ہیں لیکن وہ بھی نیازیوں کی طرح روانی سے سرائیکی بولتے ہیں، اسکے علاوہ کوہ نمک کے علاقے میں اعوان قوم ابھی بھی آباد ہے جو پوٹھوہاری لہجے میں سرائیکی بولتی ہے۔ ان حالات میں بھی کچھ پختون قوم پرست صحافی میانوالی کو صوبہ سرحد میں شامل کرنے کا دعوی کرتے ہیں اور اپنے دلائل میں یہ کہتے ہیں کہ ۱۰۹۱ میں میانوالی کو انگریزوں نے بنوں سے جدا کر کے پنجاب کا حصہ بنایا تھا، حالانکہ یہ لوگ بہتر جانتے ہیں کہ میانوالی اس وقت صرف انتظامی بنیادوں پر ہی بنوں کے ساتھ منسلک تھا ورنہ بنوں اور میانوالی کی زبان، کلچر و ثقافت اور رسم و رواج میں زمین و آسمان کا فرق تھا اور یہ فرق آج بھی قائم و دائم ہے۔ یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت ڈیرہ اور ٹانک کی کیا پوزیشن تھی، یہاں تک کہ بنوں بھی ڈیرہ ڈویژن کی تحصیل تھی لیکن ڈیرہ والوں نے تو کبھی بنوں کو سرائیکستان میں شامل کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ اگر سوات، کوہستان، کوہاٹ، لکی مروت، بنوں، پشاور، ایبٹ آباد، ہزارہ، اٹک، مردان، چارسدہ، ہزارہ سمیت صوبہ سرحد کے بیشتر علاقوں کی تاریخ پڑھی جائے تو جن علاقوں میں اب پشتونوں کی اکثریت ہے، یہ سارے علاقے گندھارا تہذیب و تمدن کا مرکز تھے، جہاں وسیع پیمانے پر لاندھا زبان بولی جاتی تھی) لاندھا یا لہندا زبان قدیم کلاسیکل سرائیکی، ہندکو، گوجری اور پوٹھوہاری زبانوں کا مرکب تھی(جبکہ پشتو صرف افغانستان اور اس سے ملحقہ ایجنسیوں تک ہی محدود تھی۔ گیارہویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی کی ہندوکش مہم سے لیکر اٹھارہویں صدی عیسوی میں نادر شاہ درانی کے دہلی پر حملے تک اور پھر احمد شاہ ابدالی کی پنجاب مہم سے بیسویں صدی کے افغان جہاد تک، غرض افغانی حملہ آوروں کی ہندوستان پر نو سو سالوں کی مسلسل فوج کشیوں اور انکے ساتھ آنے والے افغان قبائل کی بھرمار نے نہ صرف گندھارا تہذیب و تمدن پر مشتمل سارے علاقے کی ڈیموگرافی بدل کر رکھ دی، بلکہ ان قبائل کی منظّم آبادکاری نے اس خطے کی مقامی آبادی کی تہذیب و ثقافت اور زبان کو بڑی حد تک مفلوج کر کے افغانستان کی پشتو زبان کو یہاں پر مسلط کر دیا۔ مگر آج بھی ڈیرہ اور ٹانک کی طرح میانوالی نہ صرف ایک خالص سرائیکی علاقہ شمار ہوتا ہے بلکہ یہ سرائیکستان کا انتظامی، لسانی، تہذیبی اور جغرافیائی لحاظ سے اٹوٹ انگ ہے